علمی اعتقادی اور تاریخی
مقالات کا مجموعہ
مقالاتِ
شرف قادری
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
مرتب
محمد عبد الستار طاہر
مکتبۂ قادریہ ۰ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ---------------- مقالات شرف قادری

تحریر ---------------- شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

ترتیب وتصحیح ---------------- محمد عبد الستار طاہر مسعودی

حروف ساز ---------------- (۱) حافظ نثار احمد قادری

(۲) الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ لاہور فون#7154080

صفحات ---------------- ۵۸۴

طباعت ---------------- محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷ء

باہتمام ---------------- حافظ نثار احمد قادری

ناشر ---------------- مکتبہ قادریہ، لاہور

تعداد ---------------- ایک ہزار

قیمت ---------------- 225 روپے

تقسیم کار

مکتبہ قادریہ

محی الدین منزل، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون نمبر 7226193

❶ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کو مانو اور کسی کو نہ مانو ——

یہ بھی کہتا ہے کہ نبی کی تعریف اتنی ہی کرو جتنی گاؤں کے ایک چودھری کی کی جاتی ہے بلکہ اس میں بھی تخفیف کرو۔

یہ کتنی بدقسمتی اور ستم ظریفی ہے کہ دنیا کا کوئی لیڈر آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس کے ماننے والے اس کی عظمتِ شان کے گھٹانے کی فکر میں ہوں، یہ تو چودھویں پندرھویں صدی کے امتی کا حوصلہ ہے جو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت کو کم کرنے کی سوچ رکھتا ہے، سچ کہا ہے امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن سایۂ دیوار نے دیوار کو کہا کہ میں سورج کا عاشق ہوں اور اسے دیکھنا چاہتا ہوں تو درمیان سے ہٹ جا، دیوار نے کہا ہوش کے ناخن لے، میں اگر درمیان سے ہٹ گئی تو تیرا نام ونشان مٹ جائے گا۔

نبی اکرم تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سب سے اہم اور سب سے بڑا رابطہ ہیں اگر آپ کا رابطہ اور واسطہ درمیان میں نہ رہا تو ہمارا دین رہے گا اور نہ ایمان۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(امام احمد رضا)

---

❷ دوسرا طبقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتا ہے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دونوں جزؤں کو مانتا ہے اور اقرار بھی کرتا ہے، لیکن

جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہونی چاہیے اور جتنا تعلق رب کریم جل مجدُہ کے ساتھ ہونا چاہیے وہ دکھائی نہیں دیتا، پہلا طبقہ اس معاملے میں افراط کا شکار ہے تو دوسرا طبقہ تفریط کا۔

چند مثالیں کسی معین شخص کا نام لئے بغیر پیش کرتا ہوں اور فیصلہ آپ کے دل وضمیر پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کا رویہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی پہلو سے بھی مستحسن ہے؟

❶ ایک صاحب نے مغرب کی نماز پڑھائی اور سلام پھیرنے کے بعد یوں دعا مانگی:

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

الصلوۃ والسلام علیك یا نبی اللہ

وعلی آلك واصحابك یاحبیب اللہ

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْحَالَنَا   یَاحَبِیْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِهَمٍّ مُغْرَقٌ   خُذْیَدِیْ سَهِّلْ لَّنَااِشْکَالَنَا

اس کے بعد یہ درود شریف پڑھا اور منہ پر ہاتھ پھیر لئے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

الصلوۃ والسلام علیك یا نبی اللہ

وعلی آلك واصحابك یاحبیب اللہ

راقم نے انہیں روک لیا اور کہا کہ علماءِ اہل سنت نے اس شعر "**یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْحَالَنَا**" کے بارے میں یہی کہا تھا کہ یہ شرک اور کفر نہیں بلکہ جائز ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہی چھوڑ دیں۔

❷ ابھی دو ماہ پہلے ایک مجلے میں ایک فاضل کا خطاب شائع ہوا جس کا عنوان تھا "رب کا وظیفہ" اس کے نیچے لکھا تھا کہ ہر کسی کا کوئی نہ کوئی وظیفہ ہوتا ہے، میں نے رب کریم سے پوچھا کہ یا اللہ! تو کیا کرتا ہے؟ کیا تو بارش برساتا ہے؟ بے شک تو بارش برساتا ہے، لیکن یہ کام تو نے فرشتوں کے سپرد کر رکھا ہے، کیا تو سورج چڑھاتا ہے؟ یا سورج غروب

کرتا ہے؟ موت کے وقت روح قبض کرتا ہے؟ یہ سب کام تو نے فرشتوں کے سپرد کر رکھے ہیں، یا اللہ! تو کیا کرتا ہے؟ ربِّ کریم نے فرمایا: میں نے سب کام فرشتوں کے سپرد کر دیئے ہیں اور خود فارغ ہو کر ایک ہی کام کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:

میں اپنے محبوب کی تعریف کرتا ہوں

کیا یہ کسی آیت کا ترجمہ ہے؟ یا کسی حدیث کا مطلب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (وہ ہر آن نئی شان میں ہے) اور خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ (وہ ہر چیز کا خالق ہے) کا کیا مطلب ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہر شے عدم سے وجود میں آنے میں اللہ کریم کی محتاج ہے پھر باقی رہنے میں ہر لمحہ میں اس کی محتاج ہے۔

ایک محفل میں راقم نے یہ اقتباس سامعین کو متوجہ کرنے کے لئے سنایا تو کئی سامعین کہنے لگے: سبحان اللہ! میں نے کہا: یہ سبحان اللہ کہنے کا مقام نہیں، یہ تو ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ'' کہنے کا مقام ہے۔

پھر اس فاضل نے خطابت کے مزید جوہر دکھاتے ہوئے کہا کہ اگر میں کہہ دوں کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ ہمارا ہم ذوق ہے تو کوئی حرج نہیں ہے ——— کس کس بات کا تذکرہ کیا جائے؟

❸ ایک فاضل دانشور نے جو اس وقت بیرون ملک تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اپنے مقالے میں لکھا کہ میں نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی کتاب ''الفتح الربانی'' کا مطالعہ کیا تو انہوں نے کہیں ذکر الٰہی پر زور دیا ہے، کہیں ذکر و فکر کی اہمیت اجاگر کی ہے، کہیں خوف آخرت تازہ کیا ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضور غوث اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہی نہیں کرتے دوسرے موضوعات پر ہی گفتگو کئے جا رہے ہیں، پھر میں نے چند صفحے پلٹے تو میرا دل خوش ہو گیا کہ

سیدنا غوث اعظم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہوئے تھے۔

ایسے ہی رویئے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں'' بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سیدنا غوث اعظم کی فکر کے سانچے میں ڈھال لیں، ہم انہیں اپنی سوچ کے فریم میں فٹ کرنا چاہتے ہیں۔

کئی خطباء یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ قرآن پاک بسم اللہ کی باء سے لے کر سورۂ ناس کی سین تک سب نبی اکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ہی نعت ہے۔'' سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتادیا کہ قرآن پاک میں صرف نعتِ مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہیں ہے اور بھی بہت کچھ ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا ایک نام اُمّ القرآن بھی ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ قرآن پاک میں ہے سورۂ فاتحہ اس پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک میں کیا ہے؟ اس کا بیان دو طریقوں سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن پاک تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

1. اللہ تعالیٰ عزوجل کی ثنا۔
2. اس کے امر اور نہی کی تعمیل۔
3. اس کے وعدے اور وعید کا بیان۔

باندازِ دگر فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ قرآن پاک کے مطالب پر اجمالی طور پر مشتمل ہے، وہ مطالب یہ ہیں:

1. حِکَم نظریہ یعنی عقائد۔
2. احکام عملیہ یعنی طریق مستقیم پر چلنا۔
3. خوش قسمتوں کے مراتب اور بدبختوں کی منازل پر آگاہ ہونا۔

کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش قسمتوں اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ کے سردار ہیں، اس طرح سورۂ فاتحہ آپ کے ذکر شریف پر بھی مشتمل ہے، لیکن اس بات کا کیا مطلب کہ سارا قرآن ہی آپ کی نعت ہے؟

قرآن پاک کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے اور بجا کہا ہے:

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِیْ الْقُرْآنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

قرآن پاک میں تمام علوم موجود ہیں، لیکن لوگوں کے دماغ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

4 ایک دفعہ ایک فاضل دوست نے لکھا کہ اسلام صرف اور صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہے۔

5 ایک دوسرے فاضل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبت کی ابتدا بھی حضور ہیں اور انتہا بھی حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

راقم نے ان دونوں حضرات کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کہاں گئی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ''اور ایمان والے ٹوٹ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

6 حال ہی میں ایک ماہنامے میں اس عنوان کے ساتھ ایک مقالہ چھپا کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں: یا اللہ! ہمیں اپنے حبیب کی محبت عطا فرما'' سوچنے کی بات یہ ہے کہ محبت دل کے میلان اور تعلق خاطر کا نام ہے جو کسی ہستی سے متعلق ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ہستیاں ہیں:۔

1 ایک ہستی واجب الوجود اور دوسری ہستی ممکن الوجود

❷ ایک قدیم اور دوسری حادث

❸ ایک خالق اور دوسری مخلوق،

تو دونوں کی محبت ایک کیسے ہوگئی؟ اس لئے دعا یوں مانگنی چاہیے جس طرح پہلے بزرگ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما، اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، اپنے پیاروں کی محبت عطا فرما اور ان اعمال کی محبت عطا فرما جو ہمیں تیری بارگاہ کا قرب عطا کردیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ۝

ترجمہ وہی جو پہلے مذکور ہوا۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعا کرتے ہیں بلکہ محبت کے دعویدار ہیں اور یہ نعرہ لگاتے ہیں "غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے" لیکن ہمیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کا مطلب کیا ہے؟ محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ ایسا تعلق خاطر ہو کہ انسان محبوب کا فرماں بردار ہو، اس کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو، اور محبوب کا سراپا صرف شعور نہیں بلکہ لاشعور میں اس طرح نقش ہو جائے کہ انسان لاشعوری طور پر محبوب کی ایک ایک ادا کو اختیار کرلے، ہم غلامی رسول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کو قبول کرنے خواہشات نفس کے چھوڑنے پر تیار نہیں، موت کیسے قبول کرلیں گے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ (مشکوٰۃ شریف ص۳۰ بحوالہ ترمذی شریف)
جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

علامہ اقبال اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں میرا نامۂ اعمال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نہ کھل جائے، چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے:

مکن رسوا حضورِ خواجہ مارا

حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

اے اللہ! مجھے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور رسوانہ فرمانا، میرا حساب آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہی لے لینا۔

حالانکہ ہم اُس باخبر اور وسیع العلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں جن کی بارگاہ میں ہمارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، ہمیں تو ناجائز کام کرتے ہوئے سو مرتبہ یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ بھی دیکھ رہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے ہیں، لہذا ہمیں ناجائز کام کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک صاحب تازہ تازہ داڑھی منڈوا کر آئے ہیں اور سر پر انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں اور ابھی اسٹیج پر نعت پڑھیں گے اور عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مظاہرہ کریں گے۔ حالانکہ عشق سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مظاہرہ آدمی کے قول وفعل، رہن سہن اور شکل وصورت سب میں ہونا چاہیے۔

7. ابھی چند دن پہلے ملتان روڈ پر گزر ہوا، عمرے کا بینر لگا ہوا دیکھا، اس پر لکھا تھا:

"آؤ مدینے چلیں"۔

میں یہ سوچتا رہ گیا کہ عمرہ تو مکۂ معظمہ میں کیا جاتا ہے، اس کا نام ہی نہیں لیا گیا، مدینہ منورہ میں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے اور شفاعت کی درخواست گزارنے کے لئے حاضری دی جاتی ہے، اس لئے یوں لکھنا چاہیے کہ "آؤ حرمین شریفین چلیں" یا "آؤ مکے مدینے چلیں"، ماضی قریب میں جب

آدمی کو کسی کی بات اچھی لگتی تھی تو کہا جاتا تھا ''تری آواز مکّے اور مدینے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے، لیکن اب ایسے جملے بھی سننے کو نہیں ملتے۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کوئی شخص سفر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو رہا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ''مدینے شریف میں میرے لئے دعا کرنا'' حالانکہ مکہ معظّمہ بھی دعا کی قبولیت کے مقامات سے بھرا پڑا ہے، تو اس طرح کہنا چاہیے کہ حرمینِ شریفین میں میرے لئے دعا کرنا اور سرکارِ دو عالم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس فقیر حقیر کا نذرانۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا اور شفاعت کی درخواست پیش کرنا۔

⑧ ایک محفل میں راقم نے بیان کیا کہ ہماری ہر محفل میں نعت شریف اور آخر میں صلاۃ وسلام پڑھنا لازمی خیال کیا جاتا ہے، اگر دعا کر کے محفل برخاست کی جا رہی ہو تو تقاضا کیا جاتا ہے کہ سلام کا ایک ہی شعر پڑھ لیں، ٹھیک ہے نعت بھی ہونی چاہیے اور صلاۃ و سلام بھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہونی چاہیے، کیونکہ مقصود بالذات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (الحمدللہ! بہت سے ماہنامے دیکھنے میں آ رہے ہیں جن میں ایک صفحے پر حمد اور دوسرے پر نعت دی جا رہی ہے)۔

میرے بعد ایک بزرگ تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ شرف صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ''سبقتِ لسانی'' (یعنی سوچے سمجھے بغیر بات کہہ دی گئی) ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مقصود ہیں اور نعت شریف بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

بعد میں راقم نے احباب سے کہا کہ یہ سبقت لسانی نہیں، بلکہ سوچی سمجھی رائے ہے، رہا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مقصود ہیں تو اس کا انکار نہیں ہے، میرے نزدیک تو استاذ اور پیر و مرشد بھی مقصود ہے، اور وہ اس لئے مقصود ہے کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچا دے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں سے آراستہ کر دے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے مقصود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ تک پہنچادیں، یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کا بندۂ فرماں بردار بنادیں۔ اللہ تعالیٰ مقصود بالذات ہے کہ اس کے بعد کوئی مقصود نہیں ہے جس تک اللہ تعالیٰ کے ذریعے پہنچا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی عرض کرتے ہیں:

اے خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ

اولیاء کو اذنِ نصرت کیجئے

قرآن پاک میں ہے:

❶ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ○ (یوسف ۱۲ ۱۰۸)

میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

❷ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ○

(حٰم السجدہ ۴۱/۳۳)

اور اس شخص سے زیادہ حسین بات کس کی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک کام کئے۔

❸ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ ○ (الاحزاب ۳۳/۴۶)

اور (ہم نے آپ کو بھیجا) اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا۔

❹ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ ○ (آل عمران ۳/۷۹)

اور یہ بات کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کے نہیں میرے بندے بن جاؤ، لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ۔

ایک دفعہ راقم کی گفتگو اپنے عزیز دوست فاضل علامہ مفتی ہدایت اللہ پسروری مدظلہ العالی مہتمم جامعہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد، ملتان سے ہو رہی تھی، وہ فرمانے لگے:

''انبیاء بھیجے کس لئے گئے تھے؟''

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا اصل مقصدِ بعثت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے،

اور یہ بھی نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وسیلے کے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہی نہیں ہوسکتی، تو ان کی محبت، تعظیم وتوقیر اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے شاہکار اعظم ہیں اور مخلوق کی تعریف دراصل خالق ہی کی تعریف ہوتی ہے، لیکن حمد کے اور بھی تو کئی انداز ہیں مثلاً آیۃ الکرسی پڑھ لیں، سورۂ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کرلیں، اسی طرح قرآن پاک کی متعدد آیات ہیں، احادیث مبارکہ میں دعا کا باب پڑھ لیجئے دل ودماغ روشن ہوجائے گا۔ نعت کے حمد ہونے کا انکار نہیں ہے کہنا یہ ہے کہ صرف نعت پر اکتفا کرلینا درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد کے دوسرے انداز بھی اپنانے چاہییں، علماء اسلام کی تصانیف دیکھ لیجئے ان میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور آپ کے حضور نذرانۂ صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا ہے۔ کلمۂ طیبہ کو دیکھ لیں اس میں پہلے ''لا الہ الا اللّٰہ'' ہے اس کے بعد ''محمد رسول اللّٰہ'' ہے۔ اسی طرح پہلے نعرۂ تکبیر لگایا جاتا ہے اس کے بعد نعرۂ رسالت بلند کیا جاتا ہے۔

9 کچھ عرصہ پہلے مساجد کے امام دعا کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود شریف سے اس طرح کیا کرتے تھے:

الحمدللّٰہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین۔

جب کہ کچھ عرصہ سے یہ معمول دکھائی دے رہا ہے کہ صرف درود شریف پڑھ کر دعا مانگ لی جاتی ہے اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی جاتی۔ آخر یہ بے اعتنائی کیوں برتی جاتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کو یاد کر پیارے

(قسط .....دوم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ ۔

تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے، اگر ہاتھ سے تبدیل نہ کر سکے تو زبان سے منع کرے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔ (۱)

اسی جذبے کے تحت راقم نے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان تھا ''خدا کو یاد کر پیارے'' اس میں بعض لوگوں کے نامناسب انداز کی نشاندہی کی تھی اور مسلمان بھائیوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی تھی کہ تمام مقاصد کا آخری مقصد اور تمام غایتوں کی آخری غایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے، جب کہ ہمارے ہاں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو ضمناً اور تبعاً، حالانکہ یہ بات قطعاً اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

---

(۱) محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوۃ شریف، ص ۴۳۶

الحمدللہ! کہ بہت سے اصحابِ علم نے فقیر کی گزارشات کے لائق قبول ہونے کی توثیق کی۔آئندہ سطور میں اسی سلسلے کی چند مزید گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(۱) پیرطریقت حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی مدظلہ العالی (نیریاں شریف، آزادکشمیر) نے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے:والَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّالِلّٰہ۔ایمان والے اللہ تعالیٰ کی شدید ترین محبت رکھتے ہیں،اور حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک ہمیں اپنے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جانے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآنِ پاک کی آیت کہتی ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرو؟ تو کیا آیت اور حدیث شریف میں مخالفت پائی جاتی ہے؟

انہوں نے فرمایا: آیت وحدیث میں مخالفت نہیں ہے،حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہیں کرو گے، اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے،جب ایک شخص سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرے گا تو وہ کامل مومن ہوگا،اور جو کامل مومن ہوگا وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا —— سبحان اللہ! کیا تطبیق ہے۔

(۲) شوکت خانم، کینسر کا وہ ہسپتال ہے جس میں جدید ترین مشینری مہیا کی گئی ہے اور اس میں بہترین ڈاکٹر کام کررہے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ ہسپتال انسانیت کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے،لیکن ہسپتال کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لئے جو بینر اور اشتہار شائع کیا جاتا ہے،وہ اشتہار اخبارات میں بھی شائع کیا جاتا ہے،لیکن کبھی سننے پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی توحید کے پرچارک نے اس پر انگشت نمائی کی ہو،

اشتہار پر جلی حروف میں یہ عبارت درج ہوتی ہے:

قربانی اللہ کے لئے اور کھال شوکت خانم کے لئے۔

لیکن یہ انداز بہرحال قابلِ اعتراض ہے، کفار کا مقولہ قرآن کریم نے ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

هٰذَا لِلّٰهِ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا

یہ چیز اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے۔

ایک مسلمان کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ مشرکوں کے ساتھ ملتا جلتا انداز گفتگو اختیار کرے، اس لئے ضروری ہے کہ اشتہار کی عبارت تبدیل کی جائے۔

(۳) ملکی سطح کے ایک سیمینار میں دانشوروں کا اجتماع تھا اس میں یکے بعد دیگرے تین چار مقررین نے درود شریف کے یہ کلمات پڑھے:

الصلاة والسلام عليك يارسول الله، الصلاة والسلام عليك ياحبيب الله وعلى آلك واصحابك يانبي الله!

اس کے بعد خطاب شروع کر دیا، آخر میں راقم کو دعا کے لئے کہا گیا، راقم نے جناب صدر کی اجازت سے گزارش کی کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے، وہ بے برکت ہے، اس لئے ہونا یہ چاہیے کہ خطاب سے پہلے صرف درود شریف پڑھنے پر اکتفانہ کیا جائے، بلکہ پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس کے بعد درود شریف پڑھیں چاہے صیغۂ خطاب کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔

اجلاس کے بعد ایک صاحب علم ملے وہ کہنے لگے کہ آپ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد سے خطاب کا آغاز کرنا چاہیے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو انڈرسٹوڈ ہے، یعنی ارادے اور نیت میں ملحوظ ہے، میں نے عرض کیا کہ یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو

انڈرسٹوڈ رکھنے پر اکتفانہ کریں، بلکہ زبان سے بھی اس کا نام لیں اور سب سے پہلے لیں، پھر درود شریف پڑھیں۔

(۴) ایک بزرگ فاضل نے سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ کے حوالے سے لکھا کہ یہ آیت تقاضا کر رہی ہے کہ ہم اللہ (جل جلالہ) ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یکساں محبت کریں، راقم نے انہیں عرض کیا کہ اس آیت کے مطابق بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہونی چاہیے جس کے سامنے تمام رشتے داروں اور مال و جائداد کی محبت ہیچ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا تناسب کیا ہو؟ تو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے (وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰه) اسکے بعد سب سے زیادہ محبت حبیبِ خُدا، اشرف انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونی چاہیے، جیسے کسی بزرگ نے کہا ہے: ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۵) لاہور کے ایک ماہنامے میں ایک مقالہ چھپا ہے جس کا عنوان ہے ''ربط رسالت کی اہمیت اور ناگزیریت'' اس میں فاضل مقالہ نگار نے اپنا مدعا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''بے شک عقیدۂ توحید اسلامی تعلیمات کی اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن جب دوسرے الہامی مذاہب سے اسلام کا مقابلہ وموازنہ کیا جائے تو اسلام کا دوسرں سے ممتاز اور منفرد گوشہ گوشۂ توحید نہیں بلکہ رسالت ہے۔''

ایک لحاظ سے یہ لاشعوری طور پر عقیدۂ توحید کی اہمیت کم کرنے کے مترادف ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا ممتاز پہلو توحید بھی ہے اور رسالت بھی، اگرچہ عقیدۂ توحید تمام انبیاء کرام کا مرکز ومحور رہا ہے، لیکن جس کامل اور اکمل طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقیدۂ توحید بیان کیا وہ آپ ہی کا خاصہ ہے، دیگر انبیاء کی تعلیم کے باوجود فرعون

نے دعویٰ کر دیا: اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تعارف جامع اور مکمل اس انداز میں کرایا اور عقیدۂ توحید اس اکمل شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا کہ چودہ صدیاں گزر گئیں، نبوت کے دعویدار تو بہت ہوئے لیکن کسی کو الوہیت کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

مقالہ نگار نے بیان کیا کہ یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتا تھا، اس کے علاوہ تمام یہودی توحید کے قائل ہیں، یہودی عورت کے ساتھ مسلمان کا نکاح کرنا بعض حکمتوں کی بنا پر ممنوع ہے۔ ورنہ موحد ہونے کے اعتبار سے ان سے شادی جائز ہے۔

مقالہ نگار آیۂ کریمہ: قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ۔ اے نبی! آپ فرمادیں اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفقہ ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔'' پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

گویا توحید مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین نقطۂ اتفاق کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم کی گزارش یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں صرف یہودیوں سے خطاب نہیں ہے بلکہ تمام اہل کتاب سے خطاب ہے، جس میں یہودی اور عیسائی دونوں داخل ہیں اور عیسائیوں کے بارے میں تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ پہلے توحید کے قائل تھے پھر تثلیث کے قائل ہو گئے۔ آپ کے استدلال کے مطابق تو یہ ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی موحد تھے، دوسری بات یہ ہے کہ یہودی اگر توحید کے قائل ہوتے تو انہیں اس کی دعوت ہی کیوں دی جاتی؟ دراصل توحید بنیادی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں داخل تھی، لیکن نزول قرآن کے وقت کے یہودی اس کے قائل نہیں تھے، اسی لئے انہیں توحید کی دعوت دی گئی۔

مقالہ نگار کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ یہودی عورت کے ساتھ نکاح اس لئے جائز

ہے کہ وہ موحدہ ہے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ قائلین بَـنُـوَّت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایۃ میں ان پر علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور ان کے ذبائح ونساء کو حلال ٹھہرایا۔ (اعلام الاعلام، ص ۹)

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے درمختار اور شامی کی عبارات نقل فرمائیں جن میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔

جو فقہاء نکاح کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، ان کے نزدیک تو عیسائی عورت کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے، حالانکہ وہ آپ کے نزدیک بھی موحدہ نہیں بلکہ مشرکہ ہے۔

ربط رسالت کی اہمت بیان کرنا چاہیں تو اُس طرح بیان کریں جس طرح امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفرّ مقرّ
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

(۶) ایک دفعہ جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ میں میلاد شریف کا جلسہ تھا، راقم وہاں خطیب تھا اس لئے اس محفل میں حاضر تھا، ایک عالم نے تقریر کرتے ہوئے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

مجھے یہ انداز گراں گزرا، تاہم خاموش رہا، ان کے بعد پنجاب کونسل، لاہور کے چیئرمین صاحب مائیک پر آئے اور تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے:

''اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ زمین ہوتی، نہ آسمان ہوتا، نہ جنت ہوتی، نہ دوزخ ہوتا، یہاں تک کہ خدا بھی نہ ہوتا (معاذ اللہ، استغفر اللہ)

مزید یہ کہا:

ہر شے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، کئی چیزوں کا نام گنوا کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے (معاذ اللہ)

یہ سن کر میرا پیمانۂ صبر چھلک گیا اور میں نے مائیک پر آ کر کہا: حضرات! اگر چہ میرا تقریر کا پروگرام نہیں ہے، تاہم چند ضروری باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں:

(۱)...... بعض شعراء یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھے، یہ محبوب خدا ٹھہرے

یہ انداز حضرت یوسف علیہ اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے، وہ تو محبوبانِ عالم کا انتخاب تھے اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتخابوں کا بھی انتخاب ہیں۔

(۲)...... چیئرمین صاحب نے کہا ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ عیہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ بھی نہ ہوتا، یہ قطعاً غلط ہے، اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے جس کے معدوم ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے، اُس پر عدم طاری ہو ہی نہیں ہو سکتا، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود ممکن ہیں اور ممکن کے نہ ہونے سے واجب الوجود کے وجود پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ابھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

چیئرمین صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ رحمتِ تمام ہیں اور اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔ اور اللہ سب سے بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔

یہ سنتے ہی چیئرمین صاحب جوتے اُٹھا کر چلے گئے اور پلٹ کر کبھی نہیں آئے۔(۱)

---

(۱) محمد عبدالستار طاہر: محسن اہل سنت (دارالاشاعت، لاہور) ص ۱۶۹۔۱۶۷

(۷)......سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

غالباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے کہ ایک صاحب نے مجھے اپنے والد صاحب کے عرس میں شامل ہونے کی دعوت دی، میں نے وعدہ کرلیا اور حسب وعدہ میانی صاحب پہنچ گیا، دیکھا کہ وہاں سازوں کے ساتھ قوالی ہورہی ہے، میں مزار شریف کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ایصال ثواب کیا، کچھ دیر بعد وہ قوالی سے فارغ ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفید اور خشخشی داڑھی والے شاہ صاحب بیٹھے ہیں ایک نوجوان لڑکے نے آ کر ان سے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا، چند لمحوں بعد دیکھا کہ وہی لڑکا شاہ صاحب کے پیچھے جا کر سجدہ کر رہا ہے، میں نے اشارے سے اس لڑکے کو بلایا اور سمجھایا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرنا چاہیے، کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ختم شریف کی باری آئی تو مجھے کہا گیا کہ حلیم کی دیگ کے پاس کھڑے ہو کر ختم پڑھیں، جہاں نان بھی رکھے ہوئے تھے، حالانکہ جہاں بیٹھے ہوئے تھے وہاں بھی ختم پڑھا جا سکتا تھا، تاہم میں نے ختم پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے کہا کہ حضرات ایک حدیث شریف سن لیں۔

ایک صحابی کہیں سفر پر گئے، واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، حضور! میں نے دیکھا کہ فلاں جگہ کے لوگ اپنے بڑے کو سجدہ کرتے ہیں، آپ سب سے زیادہ اس امر کا حق رکھتے ہیں، کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تم ہماری قبر کے پاس سے گزرو گے تو اسے سجدہ کرو گے؟

انہوں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: اب بھی سجدہ نہ کرو۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال سجدہ کرنا جائز نہیں تو کسی دوسرے کے لئے کب جائز ہوگا؟

یہ سنتے ہی شاہ صاحب (جن کو سجدہ کیا گیا تھا) جلال کے عالم میں ایک دو قدم آگے بڑھے اور کہنے لگے: یہ بھی ختم شریف میں شامل ہے؟ میں خاموش رہا، کیونکہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا تھا۔

جن صاحب نے مجھے بلایا تھا وہ کہنے لگے: شرف صاحب! آپ اختلافی بات نہ کریں، میں نے کہا جناب! آپ کمال کرتے ہیں، میں کسی عالم کا قول بیان نہیں کر رہا، میں تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف بغیر کسی اضافے اور تبصرے کے سنا رہا ہوں۔ اس کے بعد دعا کی اور جوتے اُٹھا کر واپس آ گیا۔(۱)

(۸) داتا دربار کی مجلس مذاکرہ میں حاضری:

ماہ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء میں محکمۂ اوقاف، لاہور کی طرف سے مجھے یہ دعوت نامہ ملا کہ حضرت سید الاصفیاء داتا گنج بخش قدس سرہٗ العزیز کے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے مذاکرہ کے لئے ایک مقالہ لکھیں جس کا عنوان ہے:

"اوّلین کتب تصوف میں کشف المحجوب کا مقام"

راقم نے مقالہ لکھا اور ایک جگہ مقام کی مناسبت سے یہ بھی لکھ دیا:

- بعض لوگ حضرت داتا صاحب کے مزار شریف پر سجدہ کرتے ہیں۔
- بعض رکوع کی حد تک جھک کر سلام کرتے ہیں۔
- مسجد میں جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ مزار شریف کے ساتھ چمٹ کر کھڑے رہتے ہیں۔

یہ ناجائز ہے اور محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو ان حرکتوں سے منع کرے۔

۱۴ رجولائی ۱۹۹۵ء کو میں مجلس مذاکرہ میں پہنچ گیا، مغرب کے بعد مجلس مذاکرہ کا آغاز ہوا، اس مجلس کا وقت نماز عشاء تک تھا، تلاوت، نعت اور اس کے بعد داتا صاحب کی

---

(۱) محمد عبدالستار طاہر: محسن اہل سنت، ص ۱۷۹-۱۷۸

منقبت کے بعد وقت اتنا کم رہ گیا کہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب، پروفیسر غلام سرور رانا اور راقم کو ''خوشخبری'' سنائی گئی کہ وقت کم ہے، اس لئے آپ کو مقالہ سنانے کے لئے پانچ پانچ منٹ ملیں گے۔

مقالات محکمہ اوقاف نے چھاپ کر تقسیم کر دیئے تھے اور اس میں وہ چند سطریں حذف کر دی گئی تھیں جن کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ جب راقم کے نام کا اعلان کیا گیا تو میں نے اُٹھ کر کہا:

> حضرات وقت اتنا کم ہے کہ مقالہ پڑھ کر سنایا نہیں جا سکتا، یوں بھی مقالات شائع کر کے تقسیم کر دیئے گئے ہیں جو آپ ملاحظہ فرمالیں گے، البتہ دو تین ضروری باتیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

اور وہ باتیں جو مقالے سے حذف کر دی گئی تھیں مائک پر بیان کر دیں۔

اس جسارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد مجھے کبھی مجلس مذاکرہ میں نہیں بلایا گیا، عرس کی تقریبات میں بھی مجھے دعوت دی گئی تو بحیثیت مقرر کے نہیں بلکہ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے۔ اس سے اندازہ کرلیں کہ کلمۂ حق کا سننا کتنا مشکل ہے؟(۱)

(۹) ایک مجلس میں ایک طالب علم نے نعت پڑھتے ہوئے یہ شعر بھی پڑھا

خداحافظ سہی ناصر سہی لیکن
ہمیں کافی ہے بس تیرا سہارا یا رسول اللہ!

راقم نے اسے وہیں روک دیا، اور کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہارا اللہ تعالیٰ کے سہارے سے الگ ہے؟ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہیں (وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ)۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہارا اللہ تعالیٰ ہی کا سہارا ہے۔

---

(۱) محمد عبدالستار طاہر: محسن اہل سنت، ص ۱۸۱۔۱۷۹

(۱۰) حال ہی میں ایک مجلے میں ایک مقالہ پڑھنے لگا تو اس میں لکھا تھا کہ ''ذکر خالق کے بعد ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین عبادت ہے''۔ اور اس کے بعد درج ذیل خطرناک ترین جملہ درج تھا:

''اور یہ وہ عبادت ہے جس میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔''

راقم نے اس کے ایڈیٹر کو ایک عریضے میں لکھا کہ لکھنے والے اور چھاپنے والے دونوں پر اس جملے کے لکھنے اور شائع کرنے والے پر توبہ فرض ہے ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔

سوال یہ ہے کہ:

(۱) ہم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کس کی عبادت کرتا ہے؟ کہ اسے اس عبادت میں شریک قرار دیا جائے۔

(۲) شرک ایک ایسا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہے، اس کی تصریح قرآن پاک میں موجود ہے، اس لئے ایسے الفاظ سے اجتناب کرنا چاہیے کہ ہم کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، یا اللہ تعالیٰ ہمارا شریک ہے، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مخلوق اور وہ خالق، ہم عابد اور وہ معبود، اس کے علاوہ ہماری اس کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ ''مَالِلتُّرَاب وَرَبِّ الْاَرْبَابِ'' مشتِ خاک کی ربِّ کائنات سے کیا نسبت ہے؟ سوائے اس کے کہ وہ مالک اور ہم مملوک ہیں۔

(۳) ایک دفعہ مذکورہ بالا جملے پر پھر غور کیجئے، ''یہ وہ عبادت ہے جس میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں'' اُس واجب الوجود کا کوئی شریک ہی نہیں ہے، برابر کا شریک کہاں سے ہوگا؟

وَمَاعَلَیَّ اِلَّا الْبَلَاغ

وقت سے لے کر آج تک سرزمین پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت کا سہرا، صوفیاء کرام، علماء اسلام اور شاہانِ مسلمین کے سر بندھتا ہے اور اس خطے میں اسلام کی جڑیں جو گہری ہیں تو یہ اولیاء کرام کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ چپے چپے پر آپ کو اولیاء کرام کے مزارات ملیں گے جہاں صرف دن کے وقت نہیں رات کو بھی اجالا ہوتا ہے اور اہل محبت حاضر ہو کر انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کے دینی اور اسلامی احسانات کا اعتراف کرتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ زندہ قومیں اپنے محسنوں کو یاد رکھتی ہیں، ان کی تابندہ زندگیوں سے کسبِ ضیاء کرتی ہیں، ان کی قربانیوں، سرفروشیوں اور جدوجہد کا مطالعہ کر کے اپنی کوتاہیوں کو نوٹ کرتی ہیں اور ان کے ازالے کی کوشش کرتی ہیں، بزرگوں کے مزارات کی حفاظت، ان کے نام پر ادارے، لائبریریاں اور تنظیمیں قائم کرنا، ان کی سوانح حیات لکھنا ان کی تصانیف کی اشاعت جاری رکھنا، ان کے آثار اور ذاتی لائبریریوں کو محفوظ کرنا، یہ سب کیا ہے؟ یہ ان بزرگوں کے پیغام کو پھیلانے اور مشن کو آگے بڑھانے ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا سرمایہ بزرگوں بلکہ مجذوبوں کے مزارات پر خرچ ہو رہا ہے —— قوالوں اور نعت خوانوں پر نوٹوں کی بارش کی جاتی ہے —— ہمیں اس سے غرض نہیں کہ ان حضرات کی وضع قطع شرعی ہے یا نہیں —— وہ نماز روزے کے پابند بھی ہیں یا نہیں —— ہم صرف صوت (آواز) اور صورت کو دیکھتے ہیں، ہم ڈھنگ اور آہنگ کو دیکھتے ہیں —— ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ نعت کے نام پر پڑھا جانے والا کلام شریعت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہم آہنگ ہے بھی یا نہیں؟ —— ہمارے سامنے ''خدا ہے محمد۔ محمد خدا ہے'' جیسے غیر شرعی کلمات کہے جاتے ہیں تو ہم جھوم جھوم جاتے ہیں اور سبحان اللہ! ماشاء اللہ! کہہ کر داد بھی دیتے ہیں —— میلاد شریف اور گیارہویں شریف کے نام پر بیسیوں دیگیں اور رنگا رنگ کھانے اور پھل مہیا کئے جاتے ہیں اور غرباء کو نہیں مالدار

دوستوں کو کھلا کر ہم مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم جنت کے مستحق ہو گئے ہیں ـــــ ہم یہ نہیں سوچتے کہ:

- ـــــ ان تقریبات سے ہمارے اندر کیا انقلاب پیدا ہوا ہے؟
- ـــــ کتنا خوفِ خدا بیدار ہوا ہے؟
- ـــــ حضور سید عالم ﷺ کی تعلیمات اور سنت پر عمل کرنے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کا کتنا جذبہ پیدا ہوا ہے؟

خدارا سوچئے اور کوشش کیجئے کہ ہمارے اندر کوئی صالح تبدیلی پیدا ہو، ہم ایسے کام کریں جن سے خواہشِ نفس کی تسکین نہ ہو بلکہ رب کریم راضی ہو اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو۔

اس کے برعکس اگر ہمیں دینی دارالعلوم قائم کرنے، یا اس کے ساتھ تعاون کرنے کی اپیل کی جائے، یا لٹریچر فری تقسیم کرنے والے کسی ادارے کی امداد کی درخواست کی جائے، یا کسی بزرگ عالم کی علمی و تحقیقی کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں گزارش کی جائے، یہ لائبریری قائم کرنے کا مشورہ دیا جائے تو ہم پر انقباض کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ہماری جیب سے پانچ دس روپے سے زیادہ نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

سوچئے! کیا ہمارا مزاج علمی ہے؟ یا ہم جذبات کے سہارے جینے کو ہی اصلِ حیات سمجھتے ہیں؟ اغیار کی عربی کتابیں دس دس، بیس بیس جلدوں میں شائع ہو رہی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر مقبولیت حاصل کر رہی ہیں جب کہ ہمارے ہاں عربی زبان میں ایک جلد کی کتاب کا شائع کرنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اور اگر کوئی چھاپ ہی دے تو کوئی اسے خریدنے اور پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ ہمارے بارے میں اغیار کا پروپیگنڈا یہ ہے کہ "یہ جاہلوں کی جماعت ہے"، "یہ سب جاہل ہیں" ـــــ آخر اس پروپیگنڈے کی وجہ کیا ہے؟ یہ وجہ نہیں کہ ہمارے علماء نے کچھ لکھا نہیں، انہوں نے لکھا اور

بہت کچھ لکھا، مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں لکھا ہے لیکن بعد میں آنے والوں نے اپنے بزرگوں کے علمی اثاثے کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کی، مکتبے کی اہمیت کو نہیں پہچانا اور لائبریری کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ علامہ اقبال نے کس دکھ سے کہا تھا؟

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں جا کے یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے اجتماعی طور پر اپنے اسلاف کے تذکرے مرتب کرنے کی طرف توجہ نہیں کی، زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ اپنے پیر صاحب یا استاذ صاحب کا تذکرہ چھاپ دیا اور بس! حالانکہ شخصِ واحد کے تذکرے کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو دو چار سو شخصیات کے تذکرے کی ہوتی ہے۔

ہمیں جماعتی سطح پر اس مسئلے پر غور کرنا چاہیے کہ پاک و ہند کے علماء و مشائخ کا بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص عالم عرب میں جو تعارف ہے وہ مولانا عبدالحی لکھنوی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنو (والد ابوالحسن علی ندوی) کی کتاب ''نزھۃ الخواطر'' (عربی) کے ذریعے سے ہے، جو کچھ عرصہ قبل بیروت سے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اسے پڑھنے والا غیر جانبدار آدمی بھی حیران رہ جاتا ہے۔ مثلاً درج ذیل لوگوں کا تذکرہ اس کی آٹھویں جلد میں موجود ہے:۔

1. مرزا غلام احمد قادیانی۔ نزھۃ الخواطر (طبع حیدر آباد دکن) ج ۸ ص ۳۴۰
2. حکیم نور الدین بھیروی (مرزائے قادیانی کا نفس ناطقہ) ص ۵۰۷
3. سید ناصر الدین لکھنوی (مجتہد شیعہ) ص ۴۸۸
4. حکیم مہدی شیعی لکھنوی ص ۴۸۳
5. محمد شاہ آغا خان گجراتی (فرقۂ آغا خانیہ کا امام) ص ۴۴۲

لیکن اس میں ذکر نہیں ہے تو حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا نہیں ہے، جنہوں

نے جھوٹی نبوت کے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا دعویٰ پاش پاش کیا تھا ـــــــ اس جلد میں صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت ۱۷ حصے ومحشی شرح معانی الآثار) اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی، جنرل سیکرٹری صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، سرپرست حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری (جنہوں نے ''صحیح بہاری'' کے نام سے چھ جلدوں میں کتاب لکھی تھی جس کی ایک جلد میں تقریباً دس ہزار حدیثیں ہیں) اور اہل سنت کے سینکڑوں افاضل اور مشائخ کا تذکرہ نہیں ہے۔

ایک دفعہ مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی ''نزھۃ الخواطر'' پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''اپنے چھوٹے چھوٹے علماء کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور ہمارے بڑے بڑے علماء کو اس طرح نظر انداز کیا ہے کہ ان کا نام تک نہیں لیا۔''

اگر علماء اہل سنت کا تذکرہ کیا بھی ہے تو طنز اور چوٹ کئے بغیر نہیں رہنے دیا، مثلاً: محدث جلیل حضرت مولانا وصی احمد سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیا ہے تو اس کے آخر میں لکھا ہے:

''سنن نسائی اور شرح معانی الآثار امام طحاوی پر ان کے متفرق حواشی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ان کا علم حدیث میں سرمایہ معمولی تھا۔''(۱)

امام احمد رضا بریلوی جن کی جلالت علمی کا اعتراف عرب وعجم کے علماء نے کیا ہے، انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جہاں یہ کہا ہے کہ:

''فقہ اور اس کی جزئیات پر جتنا عبور ان کو تھا شاید ہی کسی دوسرے کو ہو۔''

اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ:

---

(۱) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۵۱۷

''وہ حدیث اور تفسیر کا معمولی سرمایہ رکھتے تھے:''قليل البضاعة في الحديث و التفسير''(۱)

حیرت ہوتی ہے کہ ندوۃ العلماء لکھنو کے ارباب بست وکشاد یہ پروپیگنڈا کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ ہم فرقہ واریت سے ماوراء ہیں، اس کے باوجود تنگ نظری کا یہ عالم؟ فیا للعجب۔

آج سے اٹھائیس سال پہلے ۱۹۷۶ء میں راقم کی کتاب ''تذکرہ اکابر اہل سنت'' جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے شائع ہوئی تھی، اس میں پاکستان کے ۷۸ علماء و مشائخ کا تذکرہ تھا جو اس وقت رحلت فرما گئے تھے۔

اس کی تقدیم میں بین الاقوامی ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے تحریر کیا تھا:

> ''اگر علماء اہل سنت کو خدا توفیق دے تو پھر پاکستان کے علماء و مشائخ اہل سنت بلکہ پاکستان و ہند کے علماء و مشائخ اہل سنت ——— نہیں نہیں بلکہ عالم اسلام کے علماء و مشائخ اہل سنت پر لکھا جائے ——— لیکن اس مہم کو سر کرنا ایک شخص کے بس کی بات نہیں، یہ ایک ادارے کا کام ہے، خدا توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔(۲)

راقم نے تذکرہ کے ابتدائیہ میں لکھا تھا:

> ''یہ ایک ابتدائی کوشش ہے، ابھی بہت سے علماء و مشائخ کا ذکر اس میں شامل نہیں کیا جا سکا، جس کی بڑی وجہ وسائلِ معلومات کی کمی اور فرصت کی قلت ہے، خدا کرے کوئی صاحب ہمت اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔(۳)

---

(۱) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۴

(۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم تذکرہ اکابر اہل سنت (فرید بک سٹال، لاہور) ص ۲۸

(۳) محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۱۰

حضرت محبوب الٰہی کا فرمان اس صورت میں ہے جب فریضۂ حج ادا کرلیا ہو، پھر آدمی صرف مدینہ طیبہ کا ارادہ کر کے سفر کرے تو درست ہے، لیکن اس سفر میں بھی نیت یہی ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ”جاؤك“ کی تعمیل کر رہا ہوں، غرض یہ کرنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تعلق باقی نہ رہے تو حج کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے، حدیث شریف آپ کے علم میں ہے: ”فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله (الحدیث) سفر مدینہ طیبہ میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اقدس ﷺ کے حکم کی تعمیل میں جا رہا ہوں۔

شیخ حمید بنگالی کے بارے میں جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے، جس بزرگ نے یہ فرمایا کہ: جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اس میں دوسرے کی محبت کیسے سما سکتی ہے؟ یہ واضح مغالطہ ہے کیونکہ دو متضاد چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ متناسب اشیاء کا جمع ہونا ممنوع نہیں ہے، حضور اقدس ﷺ کی سچی محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت لازم و ملزوم ہیں پھر آپ کی محبت بھی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیں حضور اقدس ﷺ کے بغیر سمجھ ہی نہیں آ سکتا، اب چاہے آپ فرمائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا آپ خود حکم دیں، دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ما آتاكم الرسول فخذوه (الآیۃ)

لیکن محبت دو ذاتوں کی ایک کیسے ہو سکتی ہے؟ جیسے کہ راقم نے اپنے مقالے میں بیان کیا ہے، آپ نے غور کیا کہ انہیں جواب دینے والے بزرگ نے فرمایا کہ حضور انور کی محبت عین حق کی محبت ہے، جیسے کہ آیت میں ہے: من يطع الرسول فقد اطاع الله (الآیۃ) دعویٰ ہے کہ آپ کی محبت عین حق کی محبت ہے، دلیل میں اطاعت کو لا رہے ہیں ظاہر ہے کہ محبت اور اطاعت دو الگ الگ چیزیں ہیں، پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ جو لوگ

فی زمانہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ السلام کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے، ان کا کردار کیا ہے؟ اکثر وہ ہیں جو نعتیں پڑھتے اور سنتے ہیں، محافلِ نعت منعقد کرتے ہیں، محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور اپنے خیال میں حضور علیہ السلام کی محبت کا حق ادا کر رہے ہیں اور چونکہ حضور علیہ السلام کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے لہذا اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا ہو گیا، اس کے باوجود داڑھی مونچھ صاف، نہ نماز نہ روزہ، میں دیانت داری سے سمجھتا ہوں کہ اس قوم کو اگر نہ سمجھایا گیا تو ہم سے باز پرس ہوگی۔

آپ مقالے کے دونوں حصوں کو سامنے رکھیں، اصل میں ہمارے نعت خوان اور خطباء نے ''فاتبعونی'' کو غائب ہی کر دیا ہے، اس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

(۲) خدا کو یاد کر پیارے (دوسری قسط)

یہ مضمون مختلف مجلات کو چھاپنے کے لئے ارسال کیا ہوا ہے، ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور اور ماہنامہ نوائے اساتذہ، لاہور ماہنامہ ضیاء الاسلام (نومبر ۲۰۰۴) میں شائع ہو گیا ہے، امید ہے کہ باقی رسائل بھی اپنی گنجائش کے مطابق اسے شائع کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۳) رحمتِ عالم علیہ السلام اور خشیت الٰہی۔

حضور نبی اکرم علیہ السلام کی ہمہ جہت شخصیت کے دو بنیادی پہلو ہیں رسالت اور عبدیت، بعض مقررین حضرات آپ علیہ السلام کی عظمت شان اور رفعت قدر کو تو بہت جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں، لیکن آپ کی شخصیت کے دوسرے پہلو عبدیت کو غیر شعوری طور پر نظر انداز کر جاتے ہیں، یہ بات ہرگز مناسب نہیں، حضور علیہ السلام نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حبیب اور مقرب بندے ہیں بلکہ خوف خدا رکھنے والے بندگان خدا کے امام بھی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی عظیم الشان عبدیت آپ کی بلند و بالا شان کے منافی نہیں، مذکورہ بالا مضمون مقررین حضرات کی توجہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی شخصیت کے ایک اہم پہلو خشیت الٰہی کی

طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے لکھا گیا، تاکہ عوام میں حضور علیہ ﷺ کی حیات اقدس کے اس پہلو کی اتباع کا بھی جذبہ پیدا ہو، یہ مقالہ ماہنامہ جام عرفان ھری پور (ستمبر اور اکتوبر ۱۹۹۶) میں شائع ہوا، بعد میں راقم کے لکھے ہوئے ''مقالات سیرت طیبہ'' میں بھی طبع ہوا۔

(۴) محافل میلاد اور غیر مستند روایات

ربیع الاول شریف کے مہینے میں بعض خطباء حضرات علامہ ابن حجر مکی ھیتمی کی طرف منسوب اور جعلی کتاب '' النعمۃالکبری علی العالم فی مولدسیدولد آدم '' سے بعض غیر مستند روایات سنا کر اپنے سامعین سے داد و تحسین حاصل کرتے تھے، راقم الحروف نے اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی دیکھا ہے، اس میں مذکورہ روایات میرے نزدیک ناقابل فہم تھیں اور جب راقم نے علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کتاب جواہر البحار کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۲۸ سے ۳۳۷ تک علامہ ابن حجر کے اصل رسالہ ''النعمۃ الکبریٰ'' کی تلخیص (جس میں اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے) کا مطالعہ کیا تو اس میں ان روایات کا نام ونشان بھی نہ ملا، جنہیں بعض خطباء حضرات بڑے جوش وخروش سے بیان کرتے ہوئے سنے گئے، تب راقم نے یہ مقالہ سپرد قلم کیا جو ماھنامہ عرفات لاہور (مئی ۱۹۸۳ء) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (نومبر، دسمبر ۱۹۸۹ء) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور (اگست ستمبر ۱۹۹۱ء) میں شائع ہوا، بعد میں مقالات سیرت طیبہ کے نام سے راقم کی تصنیف میں یہ مضمون اور ''النعمۃ الکبری علی العالم'' کے صحیح نسخے کا ترجمہ ستمبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔

(۵) اصلاح محافل نعت

پیر طریقت حضرت مولانا قاسم حسین شاہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۶ر ستمبر ۲۰۰۴ بروز اتوار الحمرا ہال نمبر ایک میں ''اصلاح محافل نعت'' کے عنوان سے پروگرام کروا کر محافل نعت کی اصلاح کے سلسلے میں انتہائی اہم قدم اٹھایا، اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ اصلاحی تحریک ثمر بار ہو اور محافل نعت کا وقار اور سوز و گداز پھر سے بحال ہو، راقم الحروف نے

مذکورہ بالا پروگرام کے لئے "محافل نعت اور مقام الوہیت و رسالت" کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا جسے راقم الحروف کی علالت کے باعث عزیز القدر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے پڑھ کر سنایا۔

(٦) بعض لوگوں کی مذہب اہل سنت سے دوری (اسباب اور محرکات)

(تحریر: مولانا محمد ضیاالرحمن قادری، انڈیا)

مذہب اہل سنت و جماعت صدیوں سے دنیا بھر کے گوشے گوشے میں مقبول خاص و عام ہے، عصر حاضر میں بعض شدت پسند مسالک بہت کھل کر سامنے آرہے ہیں اور عوام الناس ان نئے نئے مسالک اور ان کی فکر کو معقول اور حق سمجھ کر قبول کر رہے ہیں، جبکہ مسلک اہل سنت و جماعت سے لاعلمی کے باعث بعض لوگ دور ہوکر منظر عام پر آنے والی نئی نئی جماعتوں کے ساتھ ملتے جارہے ہیں، فاضل مقالہ نگار نے تلخ حقائق سے پردہ ہٹایا تاکہ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنی ذمہ داریوں کو محسوس فرما کر انہیں اچھے طریقے سے نبھائیں۔

اس طرح راقم کے پانچ مضامین کے ساتھ جناب محمد ضیاء الرحمٰن صاحب کے مضمون کو بھی شامل کردیا گیا ہے، کیونکہ مقصد سب کا ایک ہے راقم نے اپنی تصنیف عقائد و نظریات میں نبی کریم ﷺ اور اولیائے کرام سے ان کے وصال کے بعد استغاثہ کے جائز ہونے اور شرک و کفر نہ ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے آخر میں قول فیصل تحریر کیا تھا، اسے بھی اس مقدمہ میں شامل کرنے کو سودمند خیال کرتے ہوئے یہاں درج کرنا چاہتا ہوں، تاکہ نبی اکرم ﷺ اور اولیائے کرام کو مدد کے لئے پکارنے والے لوگ احسن اور اولی طریقے کو اختیار کریں، قارئین کرام اس قول فیصل کو غور اور ٹھنڈے دل سے پڑھنے کے بعد امید ہے کہ راقم سے اتفاق فرمائیں گے۔

راقم نے استمداد کا مسئلہ واضح کرنے کے بعد لکھا ہے:

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء اور اولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا کفر و شرک نہیں ہے جیسے کہ عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتوی جڑ دیتے ہیں، البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب اصل حاجت روا مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن و اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز مجاز ہے۔ یا بارگاہ انبیاء و اولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرمادے، اور حاجتیں برلائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی (عقائد و نظریات، ص: ۱۸۶)

چونکہ بات اصلاح احوال کی ہو رہی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راقم نے مختلف اوقات میں اہل علم و دانش کے سامنے جو چند دردمندانہ تجاویز رکھی تھیں انہیں بھی یہاں ذکر کر دیا جائے، ممکن ہے کہ یہ تجاویز اصلاح کے سلسلے میں کچھ کارآمد ثابت ہوں، بعض تجاویز ماہنامہ اخبار اہل سنت لاہور اور بعض ماہنامہ سوئے حجاز لاہور میں طبع ہوئیں جبکہ بعض تجاویز اپیل کے عنوان سے مرکزی مجلس رضا اور پھر رضا اکیڈمی لاہور کی مطبوعات کے آخر میں شائع ہوتی رہیں۔ یہ ساری تجاویز درج ذیل ہیں:

(۱) دینی مدارس کے نظام تعلیم کو فعال بنایا جائے اور اس سلسلے میں پائی جانے والی رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔

(۲) خانقاہوں میں رشد و ہدایت، ذکر و فکر اور اتباع شریعت کا نظام بحال کیا جائے۔

(۳) تبلیغ برائے تبلیغ دین کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔

(۴) محلہ وار لائبریریاں قائم کی جائیں، جہاں اہل سنت کا لٹریچر برائے مطالعہ فراہم کیا جائے۔

(۵) ہر محلے میں تربیتی اجتماعات منعقد کئے جائیں، جہاں عامۃ الناس کو دینی، اعتقادی